

اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے ان سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ میں اسی وقت تک ان کانگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں۔ اب اگر آپ انھیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔ تب اللہ فرمائے گا "یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دیتی ہے، ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے یہی بڑی کامیابی ہے۔"

زمین اور آسمانوں اور تمام موجودات کی پادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

## الأنعام

(از رکوع ۵ تا ۱۶)

اس سورہ کے رکوع ۱۶ و ۱۷ میں بعض انعام (موشیوں) کی حرمت اور بعض کی حلت کے متعلق اہل عرب

کے توہمات کی تردید کی گئی ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام انعام رکھا گیا ہے۔

ابن عباس کی روایت ہے کہ یہ پوری سورہ مکہ میں بیک وقت نازل ہوئی تھی۔ اسما بنت زید کہتی ہیں

کہ جب یہ سورۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی تھی اُس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے، میں اس کی نکیل

پکڑے ہوئے تھی، اور بوجھ کے مارے اونٹنی کا یہ حال ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ہڈیاں اب ٹوٹ جائیں

گی۔ روایات میں اس کی بھی تصریح ہے کہ جس رات یہ نازل ہوئی اسی رات کو آپ نے اسے قلمبند کر دیا۔

اس کے مضمین پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مکی دور کے آخری زمانہ میں نازل

ہوئی ہوگی۔ حضرت اسما بنت زید کی روایت بھی اسی کی تصدیق کرتی ہے، کیونکہ موصوفہ انصار میں سے تھیں

اور ہجرت کے بعد ایمان لائیں، اگر قبول اسلام سے پہلے محض بر بنابر عقیدت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ہیں مکہ میں حاضر ہوئی ہوں گی تو یقیناً یہ حاضری آپ کی کئی زندگی کے آخری سال ہی میں ہوئی ہوگی۔ اس سے پہلے اہل شرب کے ساتھ آپ کے تعلقات اتنے بڑھے ہی نہ تھے کہ وہاں سے کسی عورت کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن ہوتا۔

زمانہ نزول متعین ہو جانے کے بعد ہم باسانی اس پس منظر کو دیکھ سکتے ہیں جس میں یہ خطبہ ارشاد ہوا ہے۔ اس وقت اللہ کے رسول کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی مزاحمت اور تم گری و جفاکاری انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اسلام قبول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ان کے ظلم و ستم سے عاجز آکر ملک چھوڑ چکی تھی اور حبش میں مقیم تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و حمایت کے لیے نہ ابوطالب باقی رہے تھے اور نہ حضرت خدیجہ، اس لیے ہر دنیوی سہارے سے محروم ہو کر آپ شدید محنتوں کے مقابلہ میں تبلیغ رسالت کا فرض انجام دے رہے تھے۔ آپ کی تبلیغ کے اثر سے مکہ میں اور گرد و نواح کے قبائل میں بھی صالح افراد پے درپے اسلام قبول کرتے جا رہے تھے لیکن توہم بحیثیت جمعی رد و انکار پرتلی ہوئی تھی اور جہاں کوئی شخص اسلام کی طرف ادنیٰ میلان بھی ظاہر کرتا تھا اسے طعن و ملامت جسمانی، اذیت اور معاشی و معاشرتی مقاطعہ کا ہدف بنتا پڑتا تھا۔ اس تاریک ماحول میں صرف ایک ہلکی سی شاعری شرب کی طرف سے نمودار ہوئی تھی جہاں سے اس اور خنزرج کے باہر لوگ اکرمی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جمعیت کر چکے تھے اور جہاں کسی اندوہی مزاحمت کے بغیر اسلام پھیلنا شروع ہو گیا تھا مگر اس حیرت انگیز تبدیلی میں مستقبل کے جو امکانات پوشیدہ تھے انھیں کوئی ظاہر میں آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی۔ بظاہر دیکھنے والوں کو جو کچھ نظر آتا تھا وہ بس یہ تھا کہ اسلام ایک کمزوری تحریک ہے جس کی پشت پر کوئی مادی طاقت نہیں جس کا داعی اپنے خاندان کی ضعیف سی حمایت کے سوا کوئی زور نہیں رکھتا اور جسے قبول کرنے والے چند مٹھی بھر بے بس اور منتشر افراد اپنی قوم کے عقیدہ و مسلک سے منحرف ہو کر اس طرح سوسائٹی سے نکال پھینکے گئے ہیں جیسے پتے اپنے درخت سے جھڑ کر زمین پر پھیل جائیں۔

ان حالات میں یہ خطبہ ارشاد ہوا ہے اور اس کے مضامین کو سات بڑے بڑے عنوانات پر تقسیم کیا جاسکتا

ہے :

(۱) شرک کا ابطال اور عقیدہ توحید کی طرف دعوت،

(۲) عقیدہ آخرت کی تبلیغ اور اس غلط خیال کی تردید کہ زندگی جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے،

(۳) جاہلیت کے اُن توہمات کی تردید جس میں لوگ مبتلا تھے،

(۴) ان بڑے بڑے اصول اخلاق کی تکفین جن پر اسلام سورابٹھائی کی تعمیر چاہتا تھا،

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف لوگوں کے اعتراضات کا جواب،

(۶) طویل جدوجہد کے باوجود دعوت کے نتیجہ خیز نہ ہونے پر آنحضرت اور عام مسلمانوں میں اضطراب اور  
دل شکستگی کی جو کیفیت پیدا ہو رہی تھی اس پر تسلی،

(۷) منکرین اور مخالفین کو ان کی غفلت و سرشاری اور نادانستہ خودکشی پر نصیحت، تنبیہ اور تہدید۔

لیکن خطبہ کا اندازہ نہیں ہے کہ ایک ایک عنوان پر الگ الگ کچھ گفتگو کی گئی ہو۔ بلکہ خطبہ ایک دریا کی روئی

کے ساتھ چلتا جاتا ہے اور اس کے دوران میں یہ عنوانات مختلف طریقوں سے بار بار چھرتے ہیں اور ہر بار  
ایک نئے انداز سے ان پر گفتگو کی جاتی ہے۔

### اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے

تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں، پھر  
بھی جن لوگوں نے دعوت حق کو ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ دوسروں کو اپنے رب کا ہمسرہ ٹھہرا رہے  
ہیں۔ وہی ہے جن نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمہارے لیے زندگی کی ایک مدت مقرر کر دی، اور ایک

لمحہ یاد رہے کہ مخاطب وہ لوگ ہیں جو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے، وہی دن نکالتا اور رات  
لاتا ہے اور اسی نے آفتاب و مانتاب کو وجود بخشا ہے۔ ان میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ یہ کام لات، یا ہبل یا غریبی یا کسی اور  
دیوی یا دیوتا کے ہیں۔ اس لیے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ نادانو! جب تم خود یہ مانتے ہو کہ زمین و آسمان  
کا خالق اور گردن دیش لیل و نہار کا فاعل اللہ ہے تو یہ دوسرے کون ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے سجدے کرتے ہو، تدریس اور نیا  
چڑھاتے ہو، دعائیں مانگتے ہو اور اپنی حاجتیں پیش کرتے ہو۔

رب کا ہمسرہ ٹھہرانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت کسی دوسرے کی طرف (باقی اگلے صفحہ پر)

دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے ہاں طے شدہ ہے مگر تم لوگ ہو کہ شک میں پڑے ہوئے ہو۔ وہی ایک خدا آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے اور جو بُرائی یا بھلائی تم کہاتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو ان کے سامنے آئی ہو اور انھوں نے اس سے منہ نہ موڑ لیا ہو، چنانچہ اب جو حق ان کے پاس آیا تو اسے بھی انھوں نے جھٹلادیا۔ اچھا جس چیز کا وہ اب تک مذاق اڑاتے رہے ہیں غمگین سب کے متعلق کچھ خبریں انھیں پہنچ گئی۔ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانہ میں دور دورہ رہا ہے؟ ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمہیں نہیں بخشا ہے، ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں، (مگر جب انھوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسرے دور کی قوموں کو اٹھایا۔

(بقیہ سابق) منسوب کی جائے اور اللہ کے جو حقوق اپنے بندوں پر واجب ہیں ان میں سے کوئی حق کسی دوسرے کو ادا کیا جائے۔

روشنی کے مقابلہ میں تاریکیوں کو بصیرت برحق بیان کیا گیا، کیونکہ تاریکی نام ہے عدم نور کا اور عدم نور کے بے شمار مدارج ہیں۔ اس لیے نور واحد ہے اور تاریکیاں بہت ہیں۔

۱۰۔ افسانہ جسم کے تمام اجزاء زمین سے حاصل ہوتے ہیں، کوئی ایک ذرہ بھی اس میں غیر ارضی نہیں ہے، اس لیے فرمایا کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۵۸) ۱۱۔ یعنی قیامت کی گھڑی جب کہ تمام اگلے پچھلے انسان از سر نو زندہ کیے جائیں گے اور حساب دینے کے لیے اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے۔

۱۲۔ اشارہ ہے ہجرت اور ان کامیابیوں کی طرف جو ہجرت کے بعد اسلام کو پے درپے حاصل ہونے والی تھیں جس وقت یہ اشارہ فرمایا گیا تھا اس وقت نہ کفار یہ گمان کر سکتے تھے کہ کس قسم کی خیریں انھیں پہنچنے والی ہیں اور نہ مسلمانوں (باقی اگلے صفحہ پر)



اے پیغمبر! اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی تمہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ کہتے ہیں اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک بھی کاغذ کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، پھر انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم وہ اترنے والا کوئی فرشتہ مقرر کرتے تب بھی اسے انسان ہی بناتے اور اس طرح انھیں اُسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔

(بقیہ سابق) ہی کے ذہن میں اس کا کوئی تصور تھا۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی آئندہ کے امکانات سے بے خبر تھے۔  
 (حواشی صفحہ ۱۸) ۱۔ یعنی جب یہ شخص خدا کی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے تو آسمان سے ایک فرشتہ اترنا چاہیے تھا جو لوگوں سے کہتا کہ یہ خدا کا پیغمبر ہے، اس کی بات مانو ورنہ تمہیں سزا دی جائے گی۔ جاہل مغرضین کو اس بات پر تعجب تھا کہ بھلا خالق ارض و سما کسی کو پیغمبر مقرر کرے اور پھر اس طرح اسے بے یار و مددگار تھکھانے اور گالیاں سننے کے لیے چھوڑ دے۔ اتنے بڑی بادشاہ کا سیف اگر کسی بڑے اسٹاف کے ساتھ نہ آیا تھا تو کم از کم ایک فرشتہ تو اس کی اردلی میں رہنا چاہیے تھا تاکہ وہ اس کی حفاظت کرتا، اس کا رعب بٹھاتا، اس کی ماموریت کا یقین دلانا اور فوق الفطری طریقے سے اس کے کام انجام دیتا۔  
 ۲۔ یہ ان کے اعتراض کا پہلا جواب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لینے کے لیے جو مہلت تمہیں ملی ہوئی ہے یہ اُسی وقت تک ہے جب تک حقیقت پردہ غیب میں پوشیدہ ہے، ورنہ جہاں غیب کا پردہ چاک ہو، پھر مہلت کا کوئی موقع باقی نہ رہے گا، اس کے بعد تو صرف حساب ہی لینا باقی رہ جائے گا۔ اس لیے کہ دنیا کی زندگی تمہارے لیے ایک امتحان کا زمانہ ہے اور امتحان اس امر کا ہے کہ تم حقیقت کو دیکھے بغیر عقل و فکر کے صحیح استعمال سے اس کا ادراک کرتے ہو یا نہیں، اور ادراک کرنے کے بعد اپنے نفس اور اس کی خواہشات کو قابو میں لا کر اپنے عمل کو حقیقت کے مطابق درست رکھتے ہو یا نہیں۔ اس امتحان کے لیے غیب کا غیب ہنا شرط لازم ہے، اور تمہاری دنیوی زندگی جو دراصل مہلت امتحان ہے، اُسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک غیب، غیب ہے جہاں غیب شہادت میں تبدیل ہوا، یہ مہلت لازم ختم ہو جائے گی اور امتحان کے بجائے نتیجہ امتحان نکلنے کا وقت آپہنچے گا۔ لہذا تمہارے مطالبہ کے جواب میں یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارے سامنے فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں نمایاں کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ابھی تمہارے امتحان کی مدت ختم (باقی اگلے صفحہ پر)

اے محمد! تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے، مگر ان مذاق اڑانے والوں پر آخر کار وہی حقیقت مسلط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے؟ ان سے کہو، انداز زمین میں پل پھر کر دیکھو، ٹھٹھانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

ان سے پوچھو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ — کہو، سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ اس نے رحم و کرم کا شیوہ اپنا اور پر لازم کر لیا ہے (اسی لیے وہ نافرمانیوں اور سرکشیوں پر تھیں جلدی سے نہیں پکڑ لیتا)، قیامت کے روز وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا، یہ بالکل ایک غیر مشتبہ حقیقت ہی، مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود بتا ہی کے خطرے میں مبتلا کر لیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔

رات کے اندھیرے اور دن کے اُجالے میں جو کچھ ٹھہرا ہوا ہے، سب اللہ کا ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کہو، اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سر پرست بنالوں؟ اس خدا کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان

(بقیہ سابق) نہیں کرنا چاہتا۔

علامہ یہ اربع کے اعتراض کا دوسرا جواب ہے۔ فرشتے کے آنے کی پہلی صورت یہ ہو سکتی تھی کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنی اصلی غیبی صورت میں ظاہر ہو۔ لیکن اوپر بتا دیا گیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ اب دوسری صورت باقی رہ گئی، یعنی یہ کہ وہ انسانی صورت میں آئے۔ اس کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اگر وہ انسانی صورت میں آئے تو اس کے مامورین اللہ جہنم میں بھی تم کو وہی اشتباہ پیش آئے گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مامورین اللہ ہونے میں پیش آ رہا ہے۔

روحانی صفہ ہذا، علامہ یعنی گندی ہوتی قوموں کے اشارہ قدیمہ اور ان کے تاریخی انسانے شہادت دیں گے کہ صداقت و حقیقت سے منہ موڑنے اور باطل پرستی پر اصرار کثیف کی بدولت کس طرح یہ توہین عبرتناک انجام سے دوچار ہوئیں۔

علامہ یہ ایک عجیب انداز بیان ہے۔ پہلے حکم ہوا کہ ان سے پوچھو، زمین و آسمان کی موجودات کس کی ہیں۔ سائل نے سوال کیا اور جواب کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ مخاطب اگرچہ خود قائل ہیں کہ سب کچھ اللہ کا ہے، لیکن: تو وہ غلط جواب دینے کی جرأت رکھتے ہیں، اور نہ صحیح جواب دینا چاہتے ہیں، اے وہ کہ اگر صحیح جواب دیتے ہیں تو انہیں خوف ہے کہ مخالف اس سے ان کے شہادۂ عینہ کے خلاف استدلال کرے گا۔ اس لیے وہ کچھ جواب نہیں دیتے۔ تب حکم جوتا ہے کہ تم خود ہی کہو، سب کچھ اللہ کا ہے۔

کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے؟ کہو، مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اس کے آگے تسلیم خم کروں (اور تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شرک کرتا ہے تو کرے) تو بہر حال مشرکوں میں شامل نہ ہو۔ کہو، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے (خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس دن جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ نے بڑا ہی رحم کیا اور یہی نمایاں کامیابی ہے۔ اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچ سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

ان سے پوچھو کس کی گواہی سب بڑھ کر ہے؟ — کہو، میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے، اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے، سب کو متنبہ کر دوں۔ کیا واقعی تم لوگ یہ شہادت دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہیں؟ کہو، میں تو اس کی شہادت سرگزر نہیں دے سکتا۔ کہو، خدا تو وہی ایک ہے اور میں اس شرک سے قطعی بیزار ہوں جس میں تم مبتلا ہو جن لوگوں

سے اس میں ایک لطیف تعریف ہے۔ مشرکوں نے اللہ کے سوا جن کو اپنا خدا سمجھا وہ سب بے اثر ہیں ان بندوں کو رزق دینے کے بجائے ان سے رزق پانے کے محتاج ہیں۔ کوئی فرعون خدائی کے ٹھاٹھ نہیں جھاسکتا جب تک اس کے بندے اسے ٹیکس اور نذرانے نہ دیں۔ کسی صاحب قبر کی شانِ معبودیت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پرستار اس کا مقبرہ تعمیر نہ کریں۔ کسی دیوتا کا دربار خداوندی سچ نہیں سکتا جب تک اس کے پجاری اس کا مجسمہ بنا کر کسی شاندار مندر میں نہ رکھیں اور اس کو تزیین و آرائش کے سامانوں سے آراستہ نہ کریں۔ سارے بناؤں خدا ہی کے بندوں کے محتاج ہیں۔ صرف ایک خداوندِ عالم ہی حقیقی خدا ہے جس کی خدائی آپ اپنے بل بوتے پر قائم ہے اور جو کسی کی مدد کا محتاج نہیں بلکہ سب کی مدد کا محتاج ہے۔

یعنی اس بات پر گواہ ہے کہ میں اس کی طرف سے مامور ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوں سب حکم سے کہہ رہا ہوں۔ کسی چیز کی شہادت دینے کے لیے محض قیاس یا گمان کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے علم ہونا (باقی اگلے صفحہ پر)



کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو اس طرح غیر مشتبہ طور پر پہچانتے ہیں جیسے ان کو اپنے بیٹوں کے پہچانتے ہیں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا، مگر جنہوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔ اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے، یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔

جس روز ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے اور مشرکوں سے چھپیں گے کہ اب وہ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شرک کہاں ہیں جن کو تم اپنا الہ سمجھتے تھے تو وہ اس کے سوا کوئی فتنہ نہ اٹھا سکیں گے کہ یہ جھوٹا بیان دیں کہ (مے ہمارے آقا! تیری قسم ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ دیکھا اُس وقت یہ کس طرح اپنے اوپر آپ جھٹ گھڑیں گے اور وہاں ان کے سارے بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے۔

(یعنی سابقہ) ضروری ہے کہ بنی پر آدمی یقین کے ساتھ یہ کہہ سکے کہ ایسا ہے۔ پس سول کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی تمہیں یہ علم ہے کہ اس جہان بہت بودیں خدا کے سوا اور بھی کوئی کار فرماہا کم ذی اختیار ہے جو بندگی و پریش کا مستحق ہو؟  
 اللہ یعنی اگر تم علم کے بغیر محض جھوٹی شہادت دینا چاہتے ہو تو وہاں تو ایسی شہادت نہیں دے سکتا۔

(حواشی صفحہ ۲۸) اللہ یعنی کتبہ سانی کا علم رکھنے والے اس حقیقت کو غیر مشتبہ طور پر پہچانتے ہیں کہ خدا ایک ہی ہے اور خدائی میں کسی کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

اللہ یعنی جس طرح کسی کا بچہ بہت سے بچوں میں بلا جلاکھڑا ہو تو وہ الگ پہچان لے گا کہ اس کا بچہ کون سا ہے، اسی طرح جو شخص کتاب الہی کا علم رکھتا ہے وہ الوہیت کے متعلق لوگوں کے بے شمار مختلف عقیدوں اور نظریوں کے درمیان بڑی شک و اشتباہ کے یہ پہچان لیتا ہے کہ ان میں امر حق کون سا ہے۔

اللہ یعنی یہ دعویٰ کرے کہ خدا کے ساتھ دوسری بہت سی ہستیاں بھی خدائی میں شریک ہیں، خدائی صفات سے متصف ہیں، خداوندانہ اختیارات رکھتی ہیں، اور اس کی مستحق ہیں کہ انسان ان کے آگے عبدیت کا رویہ اختیار کرے۔ نیز یہ بھی اللہ پر بہتان ہے کہ کوئی یہ کہے کہ خدا نے فلاں فلاں ہستیوں کو اپنا مقرب خاص قرار دیا ہے اور اسی نے یہ حکم دیا ہے، یا کم از کم یہ کہ وہ اس پر ماضی ہے کہ ان کی طرف خدائی صفات منسوب کی جائیں اور ان سے وہ معاملہ کیا جائے جو بندے کو (باقی اگلے صفحہ پر)



ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمھاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے اُن دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرائی ہے (کہ سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے)۔ وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں، اس پر ایمان لا کر نہ دیں گے۔ حد یہ ہے کہ جب وہ تمھارے پاس آ کر تم سے جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ (ساری باتیں سننے کے بعد) یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستانِ پارینہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، (وہ سمجھتے ہیں کہ اس حرکت سے وہ تمھارا

(بقیہ سابق) اپنے خدا کے ساتھ کرنا چاہیے۔

ﷺ اللہ کی نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں بھی ہیں جو انسان کے اپنے نفس اور ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں اور وہ بھی جو پیغمبروں کی سیرت اور ان کے کارناموں میں ظاہر ہوئیں، اور وہ بھی جو کتبِ سماوی میں پیش کی گئیں۔ یہ ساری نشانیاں ایک ہی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں یعنی یہ کہ موجوداتِ عالم میں خدا صرف ایک ہے باقی سب بندے ہیں۔ اب جو شخص ان تمام نشانیوں کے مقابلہ میں کسی حقیقی شہادت کے بغیر کسی علم، کسی مشاہدے اور کسی تجربے کے بغیر مجرد قیاس و گمان یا تقلیدِ باپائی کی بنا پر دوسروں کو اوبہت کی صفات سے متصف اور خداوندی حقوق کا مستحق ٹھہرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ حقیقت و صداقت پر ظلم کر رہا ہے، اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے اور کائنات کی ہر اس چیز پر ظلم کر رہا ہے جس کے ساتھ وہ اس غلط نظریہ کی بنا پر کوئی معاملہ کرتا ہے۔

(حواشی صفحہ ۱۸) سچے ہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ قانونِ فطرت کے تحت جو کچھ دینا میں واقع ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے، کیونکہ دراصل اس قانون کا بنانے والا اللہ ہی ہے اور جو نتائج اس قانون کے تحت رونما ہوتے ہیں وہ سب حقیقت میں اللہ کے اذن و امداد کے تحت ہی رونما ہوا کرتے ہیں۔ ہٹ دھرم منکرینِ حق کا سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہ سنا اور داعیِ حق کی کسی بات کا ان کے دل میں نہ اترنا ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب اور جہود کا فطری نتیجہ ہے۔ قانونِ فطرت یہی ہے کہ جو شخص ضدِ پر اترتا ہے اور بے تعصبی کے ساتھ صداقت پسند انسان کا سارا رویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتا، اس کے دل کے دروازے ہر اس صداقت کے لیے بند ہو جاتے ہیں جو اس کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ اس بات کو حجبِ ہم بیان (باقی اگلے صفحہ پر)

کچھ بگاڑ رہے ہیں، حالانکہ دراصل وہ خود اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ کاش تم اس وقت کی حالت دیکھ سکتے جب وہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش کوئی صورت ایسی ہو کہ ہم دنیا میں پھر واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں شامل ہوں۔ درحقیقت یہاں وہ محض اس وجہ سے کہیں گے کہ جس حقیقت پر انہوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ اس وقت بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آچکی ہوگی، ورنہ اگر انہیں سابق زندگی کی طرف واپس بھیجا جائے تو پھر وہی سب کچھ کریں جس سے انہیں منع کیا گیا ہے، وہ تو ہیں ہی جھوٹے (اس لیے اپنی اس خواہش کے اظہار میں بھی جھوٹ ہی سے کام لیں گے)۔ آج یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی جو کچھ بھی ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور ہم مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔ کاش وہ منظر تم دیکھ سکو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت ان کا رب ان سے پوچھے گا "کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟" یہ کہیں گے "ہاں اسے ہمارے رب! یہ حقیقت ہی ہے"۔ وہ فرمائے گا "اچھا! تو اب

(بقیہ سابق) کریں گے تو یوں کہیں گے کہ فلاں شخص کے دل کے دروازے بند ہیں۔ اور اسی بات کو جیل لہ بیان فرمائے گا تو یوں فرمائے گا کہ اس کے دل کے دروازے ہم نے بند کر دیے ہیں۔ کیونکہ ہم صرف واقعہ بیان کرتے ہیں اور اللہ حقیقت واقعہ کا اظہار فرماتا ہے۔

مٹھ نادان لوگوں کا عوامیہ قاعدہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص انہیں حق کی طرف دعوت دیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے نئی بات کیا کہی، یہ تو سب وہی پرانی باتیں ہیں جو ہم پہلے سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔ گویا ان احمقوں کا نظریہ یہ ہے کہ کسی بات کے حق ہونے کے لیے اس کا نیا ہونا بھی ضروری ہے اور جو بات پرانی ہے وہ حق نہیں ہے۔ حالانکہ حق ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے اور ہمیشہ ایک ہی رہے گا۔ خدا کے دیے ہوئے علم کی بنا پر جو لوگ انسانوں کی رہنمائی کے لیے آگے بڑھے ہیں وہ سب قدیم ترین زمانہ سے ایک ہی امر حق کو پیش کرتے آئے ہیں اور آئندہ بھی جو اس منبع علم سے فائدہ اٹھا کر کچھ پیش کرے گا وہ اسی پرانی بات کو دہرائے گا۔ البتہ نئی بات صرف وہی لوگ نکال سکتے ہیں جو خدا کی روشنی سے محروم ہو کر انی وابدی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے اور اپنے ذہن کی اُتار سے کچھ نظریات گھڑ کر انہیں حق کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ بلاشبہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اپنے انکار حقیقت کی پاداش میں عذاب کا نرا چکھو۔

نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے اپنی ملاقات کی اطلاع کو جھوٹ قرار دیا جربہ چا نک وہ گھڑی آجائے گی تو یہی لوگ کہیں گے افسوس! ہم سے اس معاملہ میں کیسی تقصیر ہوئی اور ان کا حال یہ ہو گا کہ اپنی میٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو! کیسا بڑا بوجھ ہے جو یہ اٹھا رہے ہیں۔ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشا ہے حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لو گے؟

(بقیہ سابق) ایسے نادورہ کار ہونگے ہیں کہ وہ بات کہیں بڑا ان سے پہلے کبھی دنیا میں کسی نے نہ کہی ہو۔

(حاشیہ صفحہ ۳۴۹) ملہ یعنی ان کا یہ قول درحقیقت عقل و فکر کے کسی مجمع فیصلے اور کسی حقیقی تبدیلی والے کا نتیجہ نہ ہو گا بلکہ محض مشابہ حق کا نتیجہ ہو گا جس کے بعد ظاہر ہے کہ کوئی کتنے سے کتنا کافر بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

(حاشیہ صفحہ ۳۵۰) ملہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی زندگی میں کوئی سنجیدگی نہیں ہے اور یہ محض کھیل اور تماشے کے طور پر بنائی گئی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کی حقیقی و پائیدار زندگی کے مقابلہ میں یہ زندگی ایسی ہے جیسے کوئی شخص کچھ دیکھ لے اور تفریح میں دل بہلائے اور پھر اصل سنجیدہ کاروبار کی طرف واپس ہو جائے۔ نیز اسے کھیل اور تماشے سے تشبیہ اس لیے بھی دی گئی ہے کہ یہاں حقیقت کے مخفی ہونے کی وجہ سے بے بصیرت اور ظاہر پرست انسانوں کے لیے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کے بہت سے اسباب موجود ہیں اور ان غلط فہمیوں میں گھس کر لوگ حقیقت نفس الامری کے خلاف ایسے ایسے عجیب طرز عمل اختیار کرتے ہیں جن کی بدولت ان کی زندگی محض ایک کھیل اور تماشا بن کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً جو شخص یہاں بادشاہ بن کر بیٹھتا ہے اس کی حیثیت حقیقت میں تھینٹر کے اُس مصنوعی بادشاہ سے مختلف نہیں ہوتی جو تاج پہن کر جلوہ افروز ہوتا ہے اور اس طرح حکم چلاتا ہے گویا کہ وہ واقعی بادشاہ ہے، حالانکہ حقیقی بادشاہی کی اس کو ہوا تک نہیں ملے گی، ڈائریکٹر کے ایک اشارت پر وہ غرول ہو جاتا ہے، قید کیا جاتا ہے اور اس کے قتل تک کا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی تماشے اس دنیا میں ہر طرف ہو رہے ہیں۔ کہیں کسی ولی یا دیوی کے دربار سے حاجت روائیاں ہو رہی ہیں، جہاں وہاں حاجت روائی کی طاقت کا نام و نشان تک موجود نہیں۔ کہیں کوئی غیب دانی کے کمالات کا مظاہرہ کر رہا ہے، حالانکہ غیب کے علم کا وہاں شائبہ تک نہیں کہیں کوئی لوگوں کا ترقاق بنا رہا ہے، حالانکہ بچا رہے خود اپنے رزق (باقی اگلے صفحہ پر)



اسے محمد! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، لیکن دراصل یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے رسول

(بقیہ سابق) کے لیے کسی اور کا محتاج ہے۔ کہیں کوئی اپنے آپ کو عزت اور ذلت دینے والا، نفع اور نقصان پہنچانے والا سمجھے بیٹھا ہے اور یوں اپنی کبریائی کے ڈنکے بجا رہا ہے گویا کہ وہ گرد و پیش کی ساری مخلوق کا خدا ہے، حالانکہ بندگی کی ذلت کا داغ اس کی پیشانی پر لگا ہوا ہے اور قسمت کا ایک ذرا سا جھٹکا اسے کبریائی کے مقام سے گر کر انہی لوگوں کے قدموں میں پامال کر سکتا ہے جن پر وہ کل تک خدائی کر رہا تھا۔ یہ سب کھیل جو دنیا کی چند روزہ زندگی میں کھیلے جاتے ہیں، موت کی ساعت آتے ہی بکھٹ ختم ہو جائیں گے اور اس سرمد سے پار جوتے ہی انسان اُس عالم میں پہنچ جائے گا جہاں سب کچھ عین مطابق حقیقت ہوگا اور جہاں ذمیوی زندگی کی ساری غلط فہمیوں کے پھٹکے انار کر کے ہر انسان کو دکھایا جائے گا کہ وہ صداقت کا کتنا جوہر اپنے ساتھ لایا ہے جو میزان حق میں کسی وزن اور کسی قدر قیمت کا حامل ہو سکتا ہو۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸) سہ واقعہ یہ ہے کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی آیات نہ سنانی شروع کی تھیں، آپ کی قوم کے سب لوگ آپ کو امین اور صادق سمجھتے تھے اور آپ کی راستبازی پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ انھوں نے آپ کو جھٹلایا اُس وقت جبکہ آپ نے اللہ کی طرف سے پیغام پہنچانا شروع کیا۔ اور اس دوسرے دور میں بھی ان کے اندر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو شخصی حیثیت سے آپ کو جھٹوٹا قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہو۔ آپ کے سخت سے سخت مخالف نے بھی کبھی آپ پر یہ الزام نہیں لگایا کہ آپ دنیا کے کسی معاملہ میں کبھی جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انھوں نے جتنی آپ کی تکذیب کی وہ محض نبی ہونے کی حیثیت سے کی۔ آپ کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل تھا اور حضرت علی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ خود اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا اذکا نکلن بک و لکن نکلن ب ما جعت بد۔ ”ہم آپ کو تو جھوٹا نہیں کہتے، مگر جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں۔“ جنگ بدر کے موقع پر اُخس بن ثمرق نے تخلیب میں ابو جہل سے پوچھا کہ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی تیسرا موجود نہیں، سچ بتاؤ کہ محمد کو تم سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ اس نے جواب دیا ”خدا کی قسم محمد ایک سچا آدمی ہے، عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر جب لوہا، سقاہت، تباہیت اور نبوت سب کچھ بنی فطرت ہی کے حصہ میں آجائے تو بتانا و باقی سارے قریش کے پاس کیا رہ گیا؟“ اسی بنا پر یہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو قسٹی دے رہا ہے کہ تکذیب دراصل تمہاری نہیں بلکہ ہماری کی جارہی ہے اور جب ہم تمہیں دہر دہاری کے ساتھ اسے برداشت کیے جا رہے ہیں اور ڈھیل پر ڈھیل دیے جاتے ہیں تو تم کیوں مضطرب ہوتے ہو۔



جھٹلائے جا چکے ہیں، مگر اس تکذیب پر اور ان اذیتوں پر جو انھیں پہنچائی گئیں، انھوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انھیں ہماری مدد پہنچ گئی۔ اللہ کی باتوں کو بدلنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے، اور پچھلے رسولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تھیں پہنچ ہی چکی ہیں۔ تاہم اگر ان لوگوں کی سبے رُحی تم سے برداشت نہیں ہوتی تو اگر تم میں کچھ زور ہے تو زمین میں کوئی سزنگ ڈھونڈو۔ عان میں بیڑھی لگاؤ اور ان کے پاس کوئی نشانی لانے کی کوشش کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا، لہذا نادان مت بنو۔ دعوت حق پر لبیک وہی لوگ کہتے ہیں جو سننے والے ہیں، رہے مُردے، تو انھیں تو

اللہ یعنی اللہ نے حق اور باطل کی کشمکش کے لیے جو قانون بنا دیا ہے اسے تبدیل کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ حق پرستوں کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ ایک طویل مدت تک آزمائشوں کی بھٹی میں پٹائے جائیں، اپنے صبر کا، اپنی راستی کا، اپنے اشار اور اپنی فداکاری کا، اپنے ایمان کی پختگی اور اپنے توکل علی اللہ کا امتحان دیں، مصائب اور مشکلات کے دور سے گزر کر اپنے اندر وہ صفات پرورش کریں جو صرف اسی دشوار گزار گھاٹی ہی میں پرورش پاسکتی ہیں، اور ابتداءً خالص اخلاق فاضلہ و سیرت صالحہ کے ہتھیاروں سے جاہلیت پر فتح حاصل کر کے دکھائیں۔ اس طرح جب وہ اپنا اصل ہونا ثابت کر دیں گے تب اللہ کی نصرت ٹھیک اپنے وقت پر ان کی دستگیری کے لیے آ پہنچے گی۔ وقت سے پہلے وہ کسی کے لئے نہیں آسکتی۔

ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم جب دیکھتے تھے کہ اس قوم کو سمجھاتے سمجھاتے مدتیں گزر گئی ہیں اور کسی طرح یہ راستی پر نہیں آتی تو بے اوقات آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش کوئی نشانی خدا کی طرف سے ایسی ظاہر ہو جس سے ان لوگوں کا کفر ٹوٹے اور یہ میری صداقت تسلیم کر لیں۔ آپ کی اسی خواہش کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے بطلبہ یہ ہے کہ بے صبری سے کام نہ لو۔ جس ڈھنگ اور جس ترتیب و قدرتیج سے ہم اس کام کو چلو رہے ہیں اسی پر صبر کے ساتھ چلے جاؤ۔ معجزوں سے کام لینا مبنیٰ نا تو کیا ہم خود نہ لے سکتے تھے؟ مگر ہم جانتے ہیں کہ جس فکری و اخلاقی انقلاب اور جس مدینت صالحہ کی تعمیر کے کام پر ہم مامور ہوئے کامیابی کی منزل تک پہنچنے کا مجمع نامستند یہ نہیں ہے۔ تاہم اگر لوگوں کے موجودہ جمود اور ان کے انکار کی سختی پر ہم سے بہرہ نہیں ہوتا اور نصیب المان ہے کہ اس جمود کو توڑنے کے لیے کسی محسوس نشانی کا مشاہدہ کرنا ہی ضروری ہے تو خود زور لگاؤ اور ٹھہرا کچھ بس چلتا ہو تو زمین میں گھس کر یا آسمان پر چڑھ کر (باقی اگلے صفحہ پر)

اللہ بس قبروں ہی سے اٹھائے گا اور پھر وہ (اس کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے) واپس لائے جائیں گے

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ کہو، اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ نادانی میں مبتلا ہیں۔ زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمھاری ہی طرح کی انواع ہیں، ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر یہ سب اپنے رب کی طرف سیٹے جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ ہماری نشانوں کو جھٹلاتے ہیں وہ ہیرے اور گونگے ہیں، اتار کیوں

(بقیہ سابق) کوئی ایسا معجزہ لانے کی کوشش کو جسے تم سمجھو کہ یہ بے یقینی کو یقین میں تبدیل کر دینے کے لیے کافی ہوگا۔ مگر ہم سے امید نہ رکھو کہ ہم تمھاری یہ خواہش پوری کریں گے کیونکہ ہماری حکیم میں اس اندیز کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔  
۳۔ یعنی اگر صرف یہی بات مطلوب ہوتی کہ تمام انسان کسی نہ کسی طور پر راست رو بن جائیں تو نبی بھیجتے اور کتابیں نازل کرنے اور مومنوں سے کفار کے مقابلہ میں جدوجہد کرانے اور دعوت حق کو تاریکی کی تحریک کی غمروں سے گندھانے کی حاجت ہی کیا تھی۔ یہ کام تو اللہ کے ایک ہی تخلیقی اشارہ سے انجام پائے گا۔ لیکن اللہ اس کام کو اس طریقہ پر کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا منشاء تو یہ ہے کہ حق کو دلائل کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، پھر ان میں سے جو لوگ فکر صحیح سے کام لے کر اس حق کو پہچان لیں وہ اپنے آزاد اختیار سے اس پر ایمان لائیں، اپنی سیرتوں کو اس کے سانچے میں ڈھال کر باطل پرستوں کے مقابلہ میں اپنا اخلاقی تفوق ثابت کریں، انسانوں کے مجموعہ میں سے صالح عناصر کو اپنے طاقتور استدلال، اپنے بلند نصب العین، اپنے ہر اصول زندگی اور اپنی پاکیزہ سیرت کی کشش سے اپنی طرف کھینچتے چلے جائیں، اور باطل کے خلاف پیہم جدوجہد کر کے فطری ارتقاء کی راہ سے اقامت دین حق کی منزل تک پہنچیں۔ اللہ اس کام میں ان کی رہنمائی کرے گا اور جس مرحلہ پر جیسی مدد اللہ سے پائے گا وہ اپنے آپ کو مستحق بنائے گا۔ وہ مدد بھی انھیں دیتا چلا جائے گا۔ لیکن کوئی یہ چاہے کہ اس فطری راستے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ محض اپنی قوت قاهرہ کے زور سے ہجرا کا رخ فاسدہ کو مٹا کر لوگوں میں فکر صالح پھیلا دے اور تمدن فاسدہ کو نیست و نابود کر کے مدینہ صالحہ تعمیر کر دے، تو ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ (باقی اگلے صفحہ پر)

میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے رستے پر لگا دیتا ہے۔

(بقیہ سابق) یہ اسکی اس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت اس نے انسان کو دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے، اسے تصرف کے اختیارات دیے ہیں، طاقت و عہدہ کی آزادی بخشی ہے، امتحان کی مہلت عطا کی ہے، اور اس کی سہولت کے مطابق جزا اور سزا دینے کے لیے فیصلہ کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔

۳۵۳ سننے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں جنہوں نے اپنی عقل و فکر کو معطل نہیں کر دیا ہے، اور جنہوں نے اپنے دل کے دروازوں پر تعصب اور جمود کے قفل نہیں چڑھا دیے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مردہ وہ لوگ ہیں جو کبیر کے قبر بنے اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں اور اس کبیر سے ہٹ کر کوئی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں خواہ وہ صریح حق ہی کیوں نہ ہو۔

(حاشیہ صفحہ ۳۵۳) ۳۵۳ ثانی سے مراد محسوس مجرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مجرہ نہ دکھائے جانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے دکھانے سے عاجز ہیں بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے جسے یہ لوگ محض اپنی نادانی سے نہیں سمجھتے۔ (حواشی صفحہ ۳۵۳) ۳۵۳ مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں محض تلاش مینی کا شوق نہیں ہے بلکہ فی الواقع یہ معلوم کرنے کے لیے نشانی دیکھنا چاہتے ہو کہ یہ نبی جس چیز کی طرف بلا رہا ہے وہ ابر حق ہے یا نہیں، تو آنکھیں کھول کر دیکھو، تمہارے گرد و پیش ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ زمین کے جانوروں اور ہوا کے پرندوں کی کسی ایک نوع کو لے کر اس کی زندگی پر غور کرو۔ کس طرح اس کی ساخت ٹھیک ٹھیک اس کے مناسب حال بنائی گئی ہے، کس طرح اس کی جبلت میں اس کی فطری ضرورتوں کے عین مطابق قوتیں و دعیت کی گئی ہیں، کس طرح اس کی رزق رسانی کا انتظام ہو رہا ہے، کس طرح اس کی ایک تقدیر مقرر ہے جس کے حدود سے وہ نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے، کس طرح ان میں سے ایک ایک جانور اور ایک ایک چھوٹے چھوٹے کیڑے کی اسی مقام پر جہاں وہ ہے، خبر گیری، نگہ رانی، حفاظت اور رہنمائی کی جارہی ہے، کس طرح اس سے ایک مقررہ اسکیم کے مطابق کام لیا جا رہا ہے، کس طرح اسے ضابطہ کا پابند بنا کر رکھا گیا ہے اور کس طرح اس کی پیدائش، تناسل اور مور کا سلسلہ پوری باقاعدگی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اگر خدا کی بے شمار نشانیوں میں سے صرف اسی ایک نشانی پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کی توحید اور اس کی صفات کا جو تصور یہ پیغمبر تمہارے سامنے پیش کر رہا (باقی اگلے صفحہ پر)



ان سے کہو، ذرا غور کر کے بتاؤ، اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھر کی پہنچتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے ہوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو اگر تم سچے ہو۔ اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم پر سے طال دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھیلے

(بقیہ سابق) ہے اور اس تصور کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جس رویت کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہے وہ عین حق ہے۔ لیکن تم نہ خود اپنی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہو نہ کسی سمجھانے والے کی بات سنتے ہو، جہالت کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہو اور چاہتے ہو کہ عجائب قدرت کے کرشمے دکھا کر تمہارا دل بہلایا جائے۔

۴ خدا کا بھٹکانا یہ ہے کہ ایک جہالت پرندانسان کو آیات الہی کے مطالعہ کی توفیق نہ بخشی جائے، اور ایک متعصب غیر حقیقت پسند طالب علم اگر آیات الہی کا مشاہدہ کرے بھی تو حقیقت رسی کے نشانات اس کی آنکھ سے اوجھل رہیں اور غلط فہمیوں میں الجھانے والی چیزیں اسے حق سے دور اور دور تر کھینچتی چلی جائیں۔ بخلاف اس کے اللہ کی ہدایت یہ ہے کہ ایک طالب حق کو علم کے خزانے سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشی جائے اور اللہ کی آیات میں اسے حقیقت تک پہنچنے کے نشانات ملتے چلے جائیں۔ ان تینوں کیفیتوں کی بکثرت مثالیں آئے دن ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ بکثرت انسان ایسے ہیں جن کے سامنے آفاق اور افق میں اللہ کی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں مگر وہ جانوروں کی طرح انہیں دیکھتے ہیں اور کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔ اور بہت سے انسان ہیں جو حیوانیات، نباتات، حیاتیات، ارضیات، فلکیات، عضویات، علم انشراح اور سائنس کی دوسری شاخوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تاریخ، آثار قدیمہ اور علوم اجتماع کی تحقیق کرتے ہیں اور ایسی ایسی نشانیاں ان کے مشاہدے میں آتی ہیں جو قلب کو ایمان سے بہرہ کر دیں، مگر چونکہ وہ مطالعہ کا آغاز ہی تعصب کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کے پیش نظر دنیا اور اس کے فوائد و منافع کے ہوا کچھ نہیں ہوتا اس لیے اس مشاہدہ کے دوران میں ان کو صداقت تک پہنچانے والی کوئی نشانی نہیں ملتی، بلکہ جو نشانی بھی سامنے آتی ہے وہ انہیں اٹلی دہریت، اتحاد، مادہ پرستی اور نیچریت ہی کی طرف کھینچے جاتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ناپید نہیں ہیں جو آنکھیں کھول کر اس کارگاہ عالم کو دیکھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ

برگ درختان بنر در نظر ہوشیار

ہر ورق دفتر لیت معرفت کردگار



ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔

تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی سے سائنہ ہمارے سامنے جھک جائیں۔ پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انھوں نے عاجزی اختیار کی؟ مگر ان کے دل تو اور سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کو اطمینان دلایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو خوب کر رہے ہو۔ پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو جو انھیں کی گئی تھی بھلا دیا تو ہم نے ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ ان بخششوں سے جو انھیں عطا کی گئی تھیں خوب مگن ہو گئے تو اچانک ہم نے انھیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ بر خیرتے یا یوس تھے۔ اس طرح ان لوگوں کی جڑ

سہ گزشتہ آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ تم ایک نشانی کا مطالبہ کرتے ہو اور حال یہ ہے کہ تمہارے گرد و پیش ہر طرف نشانیاں ہی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلے مثال کے طور پر حیوانات کی زندگی کے مشاہدہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اس کے بعد اب ایک دوسری نشانی کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے جو خود منکرین حق کے اپنے نفس میں موجود ہے۔ جب انسان پر کوئی بڑی آفت آ جاتی ہے، یا موت اپنی بھینک صورت کے ساتھ سامنے آکھڑی ہوتی ہے اس وقت ایک خدا کے دامن کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ اُسے نظر نہیں آتی۔ بڑے بڑے مشرک ایسے موقع پر اپنے معبودوں کو بھول کر خدا سے واحد کو پکارنے لگتے ہیں۔ کتنے سے کتا و بڑیہ تک خدا کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے۔ اسی نشانی کو یہاں حق تعالیٰ کے بیٹے پیش کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ خدا پرستی اور توحید کی شہادت ہر انسان کے نفس میں موجود ہے جس پر غفلت و جہالت کے خواہ کتنے ہی پردے ڈال دیے گئے ہوں، مگر پھر بھی کبھی نہ کبھی وہ ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ اب وہیل کے بیٹے عکرمہ کو اسی نشانی کے مشاہدے سے ایمان کی توفیق نصیب ہوئی جب کہ مظہر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فتح ہو گیا تو عکرمہ جدہ کی طرف بھاگے اور ایک کشتی پر سوار ہو کر حبش کی راہ لی۔ راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی خطرہ میں پڑ گئی۔ اول اول تو دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا جاتا رہا۔ مگر جب طوفان کی شدت بڑھی اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی تو سب کہنے لگے کہ یہ وقت اللہ کے سوا کسی کو پکارنے کا نہیں ہے، وہی چاہے تو ہم بچ سکتے ہیں اس وقت عکرمہ کی آنکھیں کھلیں اور ان کے دل نے آواز دی کہ اگر یہاں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کہیں اور کیوں ہو یہی تو (باقی اگلے صفحہ پر)

کاٹ کر رکھ دی گئی تھیں۔ ظلم کیا تھا اور تعریف ہے اللہ رب العالمین کے لیے کہ اس نے ان کی جڑ کاٹ دی۔

اے محمد! ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اگر اللہ تمہاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر جہر کر دے تو اللہ کے سوا کونسا اللہ ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہو؟ دیکھو کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چڑا جاتے ہیں۔ کہو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ کی طرف سے اچانک یا علانیہ تم پر عذاب آجائے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟ ہم جو رسول بھیجتے ہیں اسی لیے بھیجتے ہیں کہ وہ نیک کردار لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والے اور بدکرداروں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔ تو جو لوگ ان کی بات مان لیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے، اور جو ہماری آیات کو ٹھٹھکیں وہ اپنی نافرمانیوں کی یادداشت میں سزا بھگت کر رہیں گے۔

اے محمد! ان سے کہو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ پھر ان سے پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم خود نہیں

(بقیہ سابق) وہ بات ہے جو اللہ کا وہ نیک بندہ ہیں جس برس سے مجھارہا ہے اور ہم خواہ مخواہ اس سے ٹوڑ رہے ہیں۔ یہ عکرمہ کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ تھا۔ انھوں نے اُسی وقت خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس طوفان سے بچ گیا تو یہ صاعقہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اور بعد میں آکر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اپنی یقینہ عمر اسلام کے لیے جہاد کرتے گذاری۔

(حواشی صفحہ ۲۸) سلہ یہاں دلوں پر جہر کرنے سے مراد یہ ہے کہ سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں سلب کر لی جائیں۔

۱۷ نادان لوگوں کے ذہن میں ہمیشہ سے یہ اعتقاد تصور رہا ہے کہ جو شخص خدا سے سیدہ ہوا اسے انسانیت سے (باقی اگلے صفحہ پر)

کرتے۔

ع

(بقیہ سابق) ماورا رہونا چاہیے، اس سے عجائب و غرائب صادر ہونے چاہئیں، وہ ایک اشارہ کرے اور پہاڑ مسونے کا بن جائے، وہ حکم دے اور زمین سے خزانے ابلنے لگیں، اس پر لوگوں کے اگلے پچھلے سب حالات روشن ہوں، وہ بتا دے کہ گم شدہ چیز کہاں رکھی ہے، مرعین بیج جائے گا یا مرجائے گا، حاملہ کے پیٹ میں نہر ہے یا نہ۔ پھر اس کو انسانی کمزوریوں اور محدودیتوں سے بھی بالاتر ہونا چاہیے۔ بھلا وہ بھی کوئی خدا رسیدہ ہوا جسے بھوک اور پیاس لگے، جس کو نیند آئے، جس میں صنفی میلانات پائے نہ جائیں، جو اپنی فردیتیں پوری کرنے کے لیے خرید و فروخت کرتا پھرے، جسے کبھی قرض لینے کی ضرورت پیش آئے اور کبھی وہ مفلسی و تنگ دستی میں مبتلا ہو کر پریشان حال رہے۔ اسی قسم کے تصورات بنی مسلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین کی ذہنیت پر مستط تھے۔ وہ جب آپ سے پیغمبری کا دعویٰ سنتے تھے تو آپ کی صداقت جانچنے کے لیے خوارقِ عادت کا مطالبہ کرتے تھے، اور آپ کو بالکل عام انسانوں جیسا ایک انسان دیکھ کر اعتراض کرتے تھے کہ یہ اچھا پیغمبر ہے جو کھانا پیتا ہے، بیوی بچے رکھتا ہے، اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ انہی باتوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

سہ مطلب یہ ہے کہ میں جن حقیقتوں کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں ان کا میں نے مشاہدہ کیا ہے، وہ براہِ راست میرے تجربے میں آئی ہیں، مجھے بھی کے ذریعہ سے ان کا ٹھیک ٹھیک علم دیا گیا ہے، ان کے بارے میں میری شہادت آنکھوں کی بھی شہادت ہے۔ بخلاف اس کے تم ان حقیقتوں کی طرف سے اندسے ہو، تم ان کے بارے میں جو خیالات رکھتے ہو وہ یا تو قیاس و گمان پر مبنی ہیں یا محض اندھی تقلید پر۔ لہذا میرے اور تمہارے درمیان بیانا اور نابینا کا سا فرق ہے اور اسی اعتبار سے مجھے تم پر فوقیت حاصل ہے، نہ اس اعتبار سے کہ میرے پاس خدائی کے خزانے ہیں یا میں عالم الغیب ہوں یا انسانی کمزوریوں سے مبرا ہوں۔



آپ سے غیب کی خبریں پڑھتے تھے